خطابت نبوی اور قبل از اسلام فن خطابت

(ایک تحقیقی جائزہ)

احمد سعید*

ڈاکٹر سید اظفار حیدر نقوی**

ABSTRACT

Oratory (خطابت) has been of much importance in human history. In pre Islamic period, a speaker had a very important place in Arab society. Speaker used to address on many different occaisions i.e war, death and marriage etc. but there were many faults in their speeches and speech methods. When Hazrat Muhammad (SWA) who is last prophet of Allah announced his prophethood, Allah bestowed him with many qualities; one of them is oratory or eloquence. Muhaddiseen have narrated more than six hundred speeches of Hazart Muhammad (SWA) in their books. The art of oration of Hazrat Muhammad (SWA)and art of oration in pre Islamic period will be discussed in this ariticle. Currently different Muslim speakers deliver speeches in different ways which are not according to Sunnah of Hazrat Muhammad, (SWA)Due to this practice they are criticised by the masses. This article will help them to adopt the qualities of the oratory of Hazrat Muhammad(SWA).

Keywords: خطابت، دور جاہلیت، قبائل، عرب، لحن، شیرین بیان، جامعیت کلام

---

* ریسرچ سکالر ایم فل علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف فیصل آباد

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ وعلوم اسلامیہ دی یونیورسٹی آف فیصل آباد

قبل از اسلام خطابت:

قبل از اسلام دور جسے عہد جاہلیت بھی کہا جاتا ہے میں فن خطابت کو بہت اہمیت حاصل تھی اور اسی بنا پر خطیب کو اعلیٰ مقام حاصل تھا اس لیے کہ خطابت ایک اعلیٰ قسم کا تکلم ہے۔ عرب کے بادیہ نشین قبائل جو عموماً اُمیّ ہوتے اور کسی قاعدے اور قانون کے پابند نہ ہوتے اور نہ کسی منظم حکومت کا اُن پر ضبط ہوتا اور نہ وہ ایک بادشاہ کے زیر نگیں جمع ہوتے، اس لیے وہ مجبور تھے کہ قلم کی بجائے زبان سے کام لیں۔ بایں وجہ فن خطابت ان کے ہاں بہت اہمیت کا حامل رہا۔ جیسے ہر قبیلے کا ایک شاعر ہوتا ویسے ہی ہر قبیلے کا ایک خطیب بھی ہوتا۔ چنانچہ ایک معروف مصری ادیب شیخ احمد الاسکندری نے قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں خطابت کے جن طبعی اسباب کا ذکر کیا ہے اُن میں سے چند یہ ہیں:

1۔ اہل عرب چونکہ عموماً ناخواندہ تھے اس لیے مجبور تھے کہ آلہ کتابت قلم کے عوض زبان سے کام لیں جو آلہ گفتار ہے۔

2۔ چونکہ وہ لوگ مستقل قبیلوں، چھوٹے چھوٹے خاندانوں اور جنگجو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے اس لیے ان کی ہر جماعت اور گروہ کے لیے یہ بالکل آسان تھا کہ ایک مقام پر جمع ہو کر خطیب کی بات کو سُن لیں۔

3۔ ان لوگوں میں میل ملاپ کے منظم ذرائع موجود نہ تھے اور ڈاک وغیرہ کا انتظام بھی نہ تھا اس لیے اُنہیں ایسے پیغام رساں کی اشد ضرورت تھی جو ممتاز اور نامور ہو، فصیح اللسان اور قوی دلائل پیش کر سکتا ہو۔[1]

خطیب کی اس معاشرتی اہمیت کے پیش نظر ایک خطیب کی فخر ومباہات، تہنیت وتعزیت اور کسی غیر معمولی شخصیت کے لیے استقبالی خطبات پڑھنے کی خدمات لی جاتیں۔

اس سلسلہ میں جناب ابو طالب کا وہ خطبہ معروف ہے جو انہوں نے آنحضور ﷺ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر دیا تھا:

"اَلْحَمْدُ لله الَّذِیْ جَعَلَنَا مِنْ ذُرِیۃِ اِبرَاھِیْمَ ، وَ زَرْعِ اِسْمَا عِیْلَ ، وَضِئضَئِ مَعَدّ ، وَ عُنْصُرِ مُضَر ، وَجَعَلَنَا حَضَنَۃَ بَیتِہ، وَسَوَّاسَ حَرِمِہ، وَجَعَلَ لَنَا بَیتًا

1- شیخ احمد الاسکندری، الوسیط فی الادب العربی و تاریخہ، ترجمہ پروفیسر عبد القیوم، پنجاب ایڈوائزری بورڈ فار بکس، محکمہ تعلیم، لاہور، 1957ء، صفحہ 51۔
(شیخ احمد الاسکندری مصر کے ایک معروف ادیب گزرے ہیں جنہوں نے شیخ مصطفیٰ عنانی بک کے ساتھ مل کر عربی ادب کی تاریخ پر ایک کتاب لکھی جس کا مکمل نام 'الوسیط فی الادب العربی و تاریخہ' ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ پروفیسر عبد القیوم اور مولوی محمد بشیر صدیقی نے کیا ہے اور یہ 1951 میں لاہور سے طبع ہوئی)۔

مَحْجُوْجاً وَ حَرَمًا اٰمِنًا، وَجَعَلَنَا الحُكَّامَ عَلَى النَّاسِ ، ثُمَّ اِنَّ اِبْنَ اَخِيْ هٰذَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِاللهِ (صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) لَا يُوْزَنُ رَجُل اِلَّا رَجَحَ بِه، وَاِنْ كَانَ فِي المَالِ قُلاً،فاِنَّ المَالَ ظِلٌّ زَائِلٌ، وَاَمْرٌ حَائِل، وَمُحَمَّدٌ(صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَنْ قَدْ عَرَفتُمْ قَرَابَتَهُ وَقَدْ خَطَبَ خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيلد ، وَقَدْ بَدَّلَ لَهَا مِنَ الصِّدَاقِ مَا اٰجلَهُ وَعَاجَلَهُ اِثْنَتَا عَشَرَةَ اَوْقِيَةً ذَهَبًا وَ نَشَاء وَهُوَ وَاللهِ بَعْدَ هٰذَا لَهُ نَبَاءٌ عَظِيْمٌ وَخَطَرٌ جَلَيلٌ "[1]

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم (علیہ السلام) کی اولاد سے، اسماعیل (علیہ السلام) کی کھیتی سے اور معد کی نسل سے خضانہ اور مضر کی اصل سے پیدا فرمایا نیز ہمیں اپنے مقدس گھر کا پاسبان اور اپنے حرم کا منتظم مقرر کیا، ہمیں ایک ایسا گھر دیا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ایسا حرم بخشا جہاں امن میسر آتا ہے نیز ہمیں لوگوں کا حکمران مقرر فرمایا۔ حمد کے بعد میرا یہ بھتیجا جس کا نام محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اس کا دنیا کے جس بڑے سے بڑے آدمی کے ساتھ موازنہ کیا جائے گا اس کا پلڑا بھاری ہو گا۔ اگر یہ مال دار نہیں تو کیا ہوا مال تو ایک ڈھلنے والا سایہ اور بدل جانے والی چیز ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس کی قرابت کو تم خوب جانتے ہو اس نے خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) کا رشتہ طلب کیا ہے اور ساڑھے بارہ اوقیہ (تقریباً 340 گرام) سونا مقرر کیا ہے۔ اور بخدا مستقبل میں اس کی شان بہت بلند ہو گی اور اس کی قدر و منزلت بہت جلیل ہو گی۔"

اگرچہ خطابت کا ملکہ بعض لوگوں میں فطری ہوتا ہے لیکن خطیب کی اس معاشرتی اہمیت کے پیش نظر بعض اہل عرب اپنے بچوں کو بچپن ہی میں اس فن یا اس فن کے لوازمات کی تربیت دیتے اور اعلیٰ خطابت کا ملکہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ خطیب اپنے خطابات میں دل نشیں اسلوب، سحر بیانی، سلیس عبارت، خوش نما الفاظ، چھوٹے اور ہم وزن مسجع جملے اور ضرب الامثال استعمال کرتے۔ مقرر اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر یا اونٹ پر سوار ہو کر خطاب کرتا۔ اثنائے خطاب ہاتھ ہلاتا اور مناسب اشاروں سے مفہوم کو واضح کرتا، ہاتھ میں عصا یا نیزہ پکڑتا یا تلوار کا سہارا لیتا اور ان سے اشارہ کرنا بھی ان کے ہاں رائج تھا۔ مزید یہ کہ شاعر خوش وضع و خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ بلند آواز، خوش بیان، دلیر اور بے باک ہوتا۔[2]

قبل از اسلام یعنی جاہلی دور کے خطبا میں بعض ایسی باتیں بھی تھیں جنہیں اسلام میں مستحسن نہیں سمجھا گیا

1- محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مکتبہ ضیاء القرآن، لاہور، 1420ھ، جلد 2، صفحہ 136
2- الوسیط فی الادب العربی ، ص:54

جیسے گلا پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرنا اور دوران خطبہ باچھیں کھولنا۔ قدیم ادیب ابو عثمان جاحظ نے لکھا ہے کہ عربوں کے ہاں متعدد خطبا باچھیں کھولتے اور ہونٹوں کو لٹکانے میں بہت مبالغہ سے کام لیتے تھے۔

عہد جاہلی میں متعدد خطباء معروف تھے لیکن اُن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتویں دادا کعب بن لوی، حرثان بن محرث المعروف ذوالاصبع، قیس بن خارجہ بن سنان، خویلد بن عمرو غطفانی، قُس بن ساعدہ ایادی، اکثم بن عیسیٰ صیفی زیادہ معروف تھے اور مؤخر الذکر دو کی خطابت کو رسول اللہ ﷺ نے خود بھی سُنا۔[1]

خطابتِ نبوی

اللہ تعالیٰ نے مقام نبوت اور خطابت کو اکٹھا کیا اس لیے کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کا بنیادی فرض دعوت و تبلیغ تھا۔ رسول اکرم ﷺ جس دور میں اس دنیا میں تشریف لائے اُس وقت عربوں کے ہاں خطابت اور شاعری کو بہت اہم مقام حاصل تھا، ادب کے ان دونوں شعبہ میں فصاحت وبلاغت کو بہت حد تک پیش نظر رکھا جاتا۔ اس دور کے تقاضوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو قرآن مجید کی صورت میں عظیم معجزہ عطا فرمایا اور اسی بنیاد پر آپ کو فصاحت وبلاغت کے اوصاف سے بھی نوازا گیا۔ فصاحت وبلاغت کی بنا پر آپ ﷺ کا فن خطابت بھی کمال کا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے عربوں میں خطابت میں رائج معائب کی بھی نشاندہی فرمائی۔ محمد خلیل الخطیب نے 'خُطب المصطفیٰ ﷺ' کے عنوان سے ایک کتاب مدون کی جس میں آپ کے 558 خطبات کو جمع کیا گیا ہے۔[2]

آپ ﷺ کی خطابت کی خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1۔ عالم ہونا

خطیب کے لیے ضروری ہے کہ اس کا علم وسیع ہو اس لیے کہ علم کی وسعت سے خطیب میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور اس طرح خطبہ میں بیان کردہ معلومات پر لوگ یقین بھی کریں گے جبکہ کم علم خطیب اپنے خطاب میں متعدد غلطیوں کا مرتکب ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی خطابت میں یہ حسن درجہ کمال کا تھا، جب خطابت کا کمال علم سے ہے تو آپ کا علم میں کوئی ثانی نہیں تھا۔ تفسیر خازن میں سورۃ آل عمران کی آیت 179 کی تفسیر میں یہ

1-الجاحظ، ابو عثمان عمرو بن بحر ، البیان و التبیین،(باب ذکر اسماء الخطباء)، دار الکتب العلمیة، بیروت، 2009ء، جلد 1، ص 16، 208-

شیخ الا حمد الاسکندری ، الوسیط فی الادب العربی، ص:54، 55-

2-محمد خلیل الخطیب، خطب المصطفیٰ ﷺ، دار الاعتصام، مقام وناشر نامعلوم، سن اشاعت:1954ء۔

روایت نقل کی گئی ہے کہ:

"ایک بار چند منافقین نے آپ ﷺ کے علم کے بارے میں کئی طرح کی باتیں کیں۔ جب آپ ﷺ کو اس بارے میں علم ہوا تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

مَا بَالَ اَقوَامُ طَعَنُوْا فِی عِلْمِی لَا تَسئَلُوْ نِی عَنْ شَیئِ فِیْمَا بَیْنَکُم وَبَیْنَ السَّاعَةِ اِلاَّ نَبَّاَتُکُم بِه[1]

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میرے علم میں طعن کرتے ہیں لہٰذا اس وقت سے قیامت تک جو بھی خبریں ہیں کسی چیز کے بارے تم مجھ سے پوچھو تو میں اس کی خبر دوں گا۔ یہ سُن کر عبد اللہ بن حذافہ السہمی کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حذافہ۔"

جامع الترمذی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا:

اَتَانِیْ اللّیلَةَ رَبِیّ تَبَارَکَ وَتَعَالَی فِیْ اَحسَنِ صُوْرَةٍ- قَالَ: اَحسِبُهُ قَالَ فِی المَنَامِ ، فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدرِی فِیْمَ یَختَصِمُ المَلَاءُ الاَعلٰی؟ قَالَ : قُلتُ : لَا ، قَالَ : فَوَضَعَ یَدَهُ بَیْنَ کَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدتُ بَردَهَا بَینَ ثَدَیَیَّ ، اَوْقَالَ: فِی نَحْرِی ، فَعَلِمْتُ مَا فِی السَمٰوٰتِ وَمَا فِی الاَرْضِ[2]

"آج رات تیرا رب تبارک و تعالیٰ بہت حسین صورت میں آیا اور میں گمان کرتا ہوں کہ میں خواب میں ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ مقرب فرشتے کس معاملے میں جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے جواب دیا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے کاندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک پائی، یا فرمایا: میرے سینے میں رکھا، تو اس کے باعث میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا معلوم کر لیا۔"

علم کی یہ کیفیت کسی دوسرے انسان کے لیے تو ناممکن ہے لیکن پھر بھی خطیب کے لیے ضروری ہے کہ جس موضوع پر کوئی خطبہ دینا ہو تو اسے اس موضوع سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات ہوں۔

1- خازن، امام علاؤالدین علی بن محمد ابراہیم، تفسیر لباب التاویل فی معالم التنزیل المعروف بتفسیر خازن، دار المعرفۃ، بیروت، (س۔ن) جلد 1، صفحہ 308

2- ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، دارالسلام، ریاض، 1999ء، ابواب تفسیر القرآن، باب من سورۃ ص، رقم الحدیث: 3233

2۔ عدم لحن

عدم لحن یعنی الفاظ کی مخارج کے لحاظ سے درست ادائیگی کرنا اور اس ادائیگی میں کسی قسم کا عیب نہ ہونا ہے آپ ﷺ کی خطابت کی بڑی خصوصیت تھی۔ ایک بار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کی کہ میں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر کسی شخص کو فصیح و بلیغ نہیں دیکھا تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وَمَا یَمنَعُنِی وَ اِنَّمَا اُنْزِلَ القُرْآنُ بِلِسَا نِیْ لِسَا نٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ" [1]

"میری فصاحت میں کیا شے مانع ہو سکتی ہے؟ قرآن حکیم میری زبان میں نازل ہوا جو عربی مبین میں ہے۔"

معجم طبرانی میں ہے کہ آپ ﷺ سے ایک اور مرتبہ کسی شخص نے ایسا ہی سوال کیا جس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"اَنَا اَعْرَبُ العَرَبَ،وُلِدْتُ فِی قُرَیْشٍ، نَشَاءْتُ فِی بَنِی سَعْدٍ فَانّٰی یَاتِیْنِی اللَـحْنُ" [2]

"میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں کیونکہ میں قریش میں پیدا ہوا اور بنی سعد میں میری پرورش ہوئی لہٰذا میرے کلام میں لحن کہاں سے آئے یعنی میری فصاحت و بلاغت میں نقص کہاں سے آئے۔"

آپ ﷺ نے اپنی خطابت کے کمال کے بارے یہ بھی فرمایا:

"اَدَّبَنِیْ رَبِّی فَاَحسَنَ تَادِیْبِیْ" [3]

"میرے رب نے مجھے ادب سکھایا ہے اور میری خوب تربیت کی ہے۔"

ان ارشادات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی خطابت کا حسن اور اس میں کسی بھی قسم کا عیب نہ ہونا آپ ﷺ کی عمدگی زبان اور اعلیٰ تربیت کی بنا پر تھا۔

3۔ متعدد زبانوں پر عبور

رسول اکرم ﷺ کی اصل زبان عربی تھی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ متعدد قبائل کی زبانوں میں کلام

1- عیاض مالکی قاضی، الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، فاروقی کتب خانہ، ملتان (ت۔ن)، جلد 1، صفحہ 47

2- طبرانی امام ابو القاسم سلیمان بن احمد، معجم الکبیر، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 2009ء، جلد 6، صفحہ 32۔

3- خفاجی شہاب الدین امام، نسیم الریاض، دار الکتب العلمیہ، بیروت، جلد 1، صفحہ 427۔

کر سکتے تھے۔ یہ آپ ﷺ ہی کی خصوصیت اور آپ ﷺ کے فن خطابت کا حسن تھا۔ حضرت عطیہ بن سعد السعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے قبیلے بنی جشم بن سعد کا ایک وفد آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں ان میں سب سے چھوٹا تھا۔ وفد کے لوگ مجھے سامان کے پاس چھوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور آپ ﷺ کی خدمت میں اپنی چند حاجات پیش کیں۔ اس دوران آپ ﷺ نے پوچھا کہ آپ کے وفد میں کوئی اور بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کی ہاں یارسول اللہ (ﷺ)! ایک بچہ ہے جسے ہم اپنے سامان کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اُسے بھی بُلا لیا جائے۔ پھر میں بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو آپ ﷺ نے ہمارے قبیلے کی زبان میں اس طرح فرمایا:

مَااَنطَا کَ اللهُ فَلاَ تَسأَلِ الناسَ شَيْئاً، فَاِنَّ اليَدَ العُلْيَا هِيَ الْمُنْطِيَةُ، وَاِن اليَدَ السُفْلَى هِىَ الْمُنْطَاةُ، وَاِنّ اللهَ هُوَ المَسئُوْلُ وَالْمُنْطِیُّ ، فَكَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلُغْتِنَا [1]

" اگر اللہ تعالیٰ تجھے بے نیاز کر دے تو تُو لوگوں سے کچھ بھی نہ مانگنا کیونکہ اوپر والا ہاتھ عطا کرنے والا ہوتا ہے اور نچلا ہاتھ عطیہ لینے والا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہماری لغت میں ہم سے کلام فرمایا۔"

آپ ﷺ نہ صرف دیگر زبانوں کے عالم تھے بلکہ ان زبانوں کے حروف کی ادائیگی بھی درست طریقے سے ادا فرماتے تھے۔ مختلف زبانوں میں حروف کے اختلاف کے بارے میں اصمعی کا قول ہے کہ رومی زبان میں 'سین' کا زیادہ استعمال ہوتا ہے اور 'ضاد' کا استعمال نہیں ہوتا، اسی طرح فارسی میں 'ثا' کا اور سُریانی میں 'ذال' کا استعمال نہیں ہوتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کو ایسی کوئی مشکل پیش نہیں آتی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلاَّ بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ [2]

"اور ہم نے تمام رسولوں کو بھی ان ہی کی قومی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ اُن سے (احکام الٰہیہ) کو بیان کریں۔"

4۔ شیریں زبان

خطابت انسان کے کلام سے مترکب ہوتی ہے جس انسان کی عام حالات میں کلام میں شیرینی ہو تو اس کی

1- طبرانی کبیر، رقم الحدیث: 442)، جلد 17، صفحہ 121
2- ابراہیم: 4۔

خطابت میں بھی وہی چاشنی ہوتی ہے، حالانکہ آپ ﷺ اپنے خطابات میں ترنم استعمال نہیں فرماتے تھے۔ کلام کی شیرینی کی وجہ سے سامع دوران سماعت ہمہ تن گوش ہو جاتا اور توجہ سے آپ کے کلام کو سنتا۔

سفر ہجرت میں قدید کے علاقے سے جب آنحضور ﷺ گزرے تو آپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک خاتون اُم معبد عاتکہ بنت خالد کی قیام گاہ میں تشریف لے گئے اور اس سے کھانے کے لیے کچھ اشیاء کے بارے پوچھا، جس پر اُس نے قحط کی بنا پر معذرت چاہی۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے صحن میں ایک کمزور بکری دیکھی جو نقاہت کے باعث دودھ دینے کے قابل نہیں تھی، لیکن آپ ﷺ نے اس سے اس بکری کا دودھ دوہنے کی اجازت چاہی۔ جس کے بعد آپ ﷺ نے اس بکری کے تھنوں پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور آپ ﷺ نے دودھ دوھویا۔ جسے آپ ﷺ نے خود پیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی پلایا اور اس عورت کو بھی ایک برتن میں ڈال کر دیا اور اس کے بعد آپ ﷺ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب اُم معبد کا شوہر گھر واپس آیا تو اس سے اپنے شوہر کو سارا واقعہ سنایا اور آپ (ﷺ) کے اوصاف ان الفاظ میں بیان کیے:

"رَاَیت رَجُلاً ظَا ھِرَ الوَضَاَۃِ حَسَنَ الخُلُقِ مَلِیحَ الوَجہِ لَم تَعِبہُ ثَجلَۃٌ وَ لَم تُزرِ بِہ صَعلَۃٌ قَسِیمٌ وَسِیمٌ فِی عَینیہِ دَعَجٌ وَفِی اَ شفَارِہ وَطَفٌ وَفِی صَوتِہ صَحَلٌ اَحوَلُ- اَکحَلُ اَزَجُ- اَقرَنُ وَفِی عُنُقِہ سَطَحٌ وَفِی لِحیَتِہ کَثَا ثَۃٌ اِذَا صَمَتَ فَعَلَیہِ الوَقَارُ وَاِذَا تَکَلَّمَ سَمَا وَعَلَاہُ البَھَاءُ حُلُوا المَنطِقِ فَصلُ لَا نَزرَ وَلَا ھَذَرٌ" (1)

" میں نے ایک ایسا شخص دیکھا ہے جس کا حسن و جمال نمایاں تھا۔ چہرہ روشن تھا، اخلاق پاکیزہ تھا، خاموشی میں اس کا وقار تھا اور گفتگو میں اس کی آواز گرد و پیش پر چھا جاتی تھی۔ گفتگو ایسی تھی کہ زبان سے موتیوں کی لڑی سلسلہ وار نکلتی چلی آرہی ہو۔ کلام نہایت شیریں اور واضح تھا، نہ کم گو اور نہ کثیر الکلام، دور سے آواز سب سے زیادہ بلند مگر خوش آہنگ محسوس ہوتی اور قریب سے بہت شیریں لطیف تھی۔"

ایسے ہی طفیل بن عمرو الدوسی (رضی اللہ عنہ) کا اسلام قبول کرنا بھی آپ ﷺ کی شیریں کلامی کا نتیجہ تھا جس کا ذکر علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح کیا ہے کہ بقول طفیل (رضی اللہ عنہ):

"میں جب مکہ آیا تو یہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ شاعر ہیں۔ آپ اپنی قوم کے ایسے سردار ہیں جس کی اطاعت کی جاتی ہے، ہمیں خوف ہے کہ یہاں اس شخص سے ملاقات نہ کر لیں جس کی باتوں میں جادو ہے اس سے بچ کے رہیں۔ اتفاقاً میں بیت اللہ کے پاس سے گزرا تو ایسی ہی ایک خوبصورت آواز سُنی تو خیال آیا کہ یہ اُسی شخص کی آواز نہ ہو جس سے لوگوں نے مجھے خبردار کیا۔ میں نے دل میں کہا چلو سنتے ہیں اگر درست بات ہوئی تو تسلیم کر

1- حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری امام، المستدرک علی الصحیحین، دار المعرفۃ، بیروت، (س۔ن) جلد 3، صفحہ 9-11۔

لیں گے ورنہ واپس آ جائیں گے۔ میں جب آپ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ (ﷺ) کا کلام بہت خوبصورت تھا۔" اِسْتَمَعْتُ لَه، فَلَمْ اَسمَعْ كَلاَمًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْ كَلَامٍ يَتَكَلَّمُ بِه، قَالَ قُلتُ فِي نَفسِي: يَا سُبحَانَ الله مَا سَمِعْتُ كَاليَوْمَ لَفظًا اَحْسَنُ مِنْه وَلَا اَجمَلً "[1] میں نے ایسا کلام سنا کہ اس جیسا کلام میں نے پہلے کبھی نہیں سنا تھا اور میں نے خود سے کہا: سبحان اللہ ان جیسے عمدہ اور خوبصورت الفاظ میرے کانوں میں کبھی نہ گونجے تھے۔"

انبیاء کرام علیہم السلام کی حسن صوت کا ذکر حضرت قتادہ کی روایت میں اس طرح بھی کیا گیا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَآ بَعَثَ اللّٰهُ نَبِياً قَطُّ اِلَّا بَعَثَه حَسَنُ الوَجْهِ، حُسْنُ الصَّوتِ ، حَتّٰى بَعَثَ نَبِيكُم فَبَعَثَه حَسَنُ الوَجْهِ ، حُسْنُ الصَوْتِ" [2]

"اللہ تعالیٰ نے جو نبی بھی مبعوث فرمایا وہ خوبصورت چہرے والا اور اچھی آواز والا تھا، یہاں تک کہ تمہارے نبی (ﷺ) کو حسین صورت اور حسین آواز دے کر بھیجا۔"

آپ ﷺ کی شیریں آواز کا عالم یہ تھا کہ مکہ مکرمہ کے بڑے بڑے کافر جیسے ابو جہل اور اخنس بن شریک آپ ﷺ کے کلام کو چھپ چھپ کر سنا کرتے تھے۔

اس ضمن میں ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے خطابات کے دوران بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی توجہ سے آپ کے خطاب کو سنتے۔

5۔ جہر الصوت ہونا:

جہر الصوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ کوئی خطیب جہاں خطبہ دے تو تمام حاضرین وسامعین تک اُس کی آواز پہنچے۔ رسول کریم ﷺ کی خطابت میں یہ خصوصیت بدرجہ اَتم پائی جاتی تھی۔ حضرت سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

"كُنَّا نَسمَعُ قِرَاءَةَ رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فِي جَوْفِ اللَّيلِ عِنْدَ الكَعْبَةِ وَاَنَاعَلَى عَرِيْشِي "[3]

"ہم مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کو آدھی رات کے وقت کعبہ مکرمہ کے پاس قراءت فرماتے ہوئے

1- ابن عبد البرّ ابو عمر و یوسف، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مکتبۃ العصریہ، بیروت، 2010ء، جلد 2، صفحہ 19۔
2- محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار الفکر، بیروت، 1994ء، جلد 1، صفحہ 254۔
3- البیہقی ابو بکر احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ، المکتبۃ الاثریۃ، سانگلہ ہل، (س۔ن)، جلد 6، صفحہ 257۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی قراءت کو سُن لیا کرتے تھے جب کہ ہم اپنی چھت پر ہوتے تھے۔"

حضرت عبدالرحمن معاذ التیمی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے روایت ہے:

"خطَبَنَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ بِمِنًى فَفُتِحَت اَسمَاعُنَا حَتّٰی کُنَّا نسمَعُ مَا یَقُولُ وَنَحْنُ فِی مَنَازِلنَا وَطَفِقَ یُعَلِّمُهُم مَنَاسِکَهُم حَتّٰی بَلَغَ الجِمَارَوَضَعَ اصْبُعَیهِ السَّبَا بَتَینِ ثُمَّ قَالَ: بِحَصَی الحَذف ثُمَّ اَمَرَالمُهَا جِرِیْنَ فَنَزَلُوْامَقدَّم المَسجِدِ اَوامَرَ الاَنْصَارَان یَنْزِلُوا مِنْ وَرَاءِ المَسْجِدِ قَالَ: ثُمَّ نَزَلَ النَّاسُ بَعْدُ" (1)

"حضرت عبدالرحمن معاذ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لوگوں سے منیٰ میں خطاب فرمایا۔ہم منٰی میں تھے اور ہماری سماعتیں تیز ہو گئیں حتیٰ کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جو فرماتے ہم (صحیح صحیح) سن رہے تھے حالانکہ ہم اپنے مقامات پر تھے۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انہیں حج کے طریقے سکھا رہے تھے حتیٰ کہ جمرہ کے قریب پہنچ گئے ۔آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی دونوں شہادت کی اُنگلیوں کو رکھا پھر کنکری پھینک کر بتایا، پھر مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے سامنے والے حصے میں اُتریں اور انصار کو حکم دیا کہ وہ مسجد کے پچھلی طرف اُتریں۔ فرماتے ہیں پھر اس کے بعد باقی لوگوں نے بھی پڑاوڈال دیا۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ (م230ھ) نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بلندی آواز کے بارے لکھا ہے کہ:

"رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آواز وہاں تک پہنچتی تھی جہاں کسی دوسرے کی آواز نہیں پہنچتی تھی۔"(2)

ان روایات سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جب خطاب فرماتے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آواز تمام حاضرین تک پہنچتی خواہ اُن کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوتی۔

6۔ جامعیت کلام:

خطاب میں کلام کا جامع ہونا بلند پایہ خطیب کی علامت ہوتی ہے۔ جامع کلمہ کے بارے میں عربی ادیب جاحظ نے لکھا ہے:

" اَلکلامُ الـذِیْ قَلَّ عَدَدَ حُرُوْفِه وَکَثُرَ عَدَدَ مَعَا نِیْہِ " (3)

"وہ کلمہ جس کے حروف کی تعداد کم ہو اور معانی کثیر ہوں جامع کلمہ کہلاتا ہے۔"

1-البیہقی امام احمد بن الحسین، السنن الکبریٰ، دار الفکر، بیروت (س۔ن) جلد5، صفحہ 138-139۔
2-الطبقات الکبریٰ، جلد2، صفحہ 185۔
3-البیان والتبیین، جلد2، صفحہ 10۔

جامع کلمات کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الکَلِمِ"[1]

"مجھے اللہ تعالیٰ نے جامع کلمات عطا فرمائے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جامع کلمات کی اتنی صلاحیت عطا فرمائی کہ نہ صرف آپ ﷺ کے کلمات جامع ہوتے بلکہ آپ ﷺ کے اس اسلوب نے عربوں کے جامع کلمات کو خوبصورت بنایا جیسے اہل عرب کسی قبیلہ کے لوگ کسی وصف میں مساوی ہوتے تو اس کا اظہار اس طرح کرتے:

سَوَاء کَاَسنَانِ الحِمَارِ فَلَا تَرَی لِذِی شَیبَۃٍ مِنْھُم عَلَی نَا شِیءٍ فَضلاً

"اس قبیلے میں جوان اور بوڑھے لوگ فضل میں گدھے کے دانتوں کی طرح برابر ہیں۔"

اسی طرح عیب کے بیان میں اسی تشبیہ کو استعمال کرتے جیسے اس کلمہ میں ہے:

شَبَا بُھُم وَ شَیْبَھُمْ سَوَاءُفَھُمْ فِی الُّلوْمِ اَسْنَانِ الحِمَارِ [2]

"اس قبیلہ میں جوان اور زیادہ عمر کے لوگ نحوست میں گدھے کے دانتوں کی طرح ہیں۔"

اسی تشبیہ کو آنحضور ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

"اَلنَّاسُ کُلُّھُم سَوَاءُ کَاَسْنَانِ الْمُشْطِ"[3]

"تمام انسان کنگھی کے دندانوں کی طرح مساوی ہیں۔"

گدھے کے دانتوں اور کنگھی کے دندانوں میں موخر الذکر مشبہ بہ ہر لحاظ سے خوبصورت اور بلیغ ہے۔

محدثین کرام نے آنحضور ﷺ کے بہت سے جامع کلمات نقل کیے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

(الف) لَاتَجْلِسُوْاعَلَی ظَھْرِالطَّرِیْقِ[4]

"راستے کے درمیان میں نہ بیٹھو۔"

(ب) حُبُّکَ الشَّیءَ یُعمِی وَیُصِمُّ[5]

1-بخاری، محمد بن اسماعیل امام، الجامع الصحیح، دارالسلام، ریاض، 1999ء، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، رقم الحدیث: 7273

2-الجاحظ، ابو عمرو، البیان والتبیین، جلد 2، صفحہ 12۔

3-الجاحظ، ابو عمرو، البیان والتبیین، جلد 2، صفحہ 12۔

4-ایضاً، صفحہ 14۔

5-ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، دارالسلام، ریاض، 1999ء، کتاب الادب، باب فی الھوی، رقم الحدیث: 5130

"کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔"

(ج) اِذَا لَمْ تَستَحْیِیْ فَا صْنَع مَا شِئْتَ [1]

"جب تو حیاء نہ کرتو پھر جو تو چاہے کر۔"

اِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحْرًا [2]

"بے شک بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔"

(د) اَلْمُسْتَشَارُ الْمُؤتَمِنٌ [3]

"جس سے مشورلیا جائے وہ امانتدار ہو تا ہے۔"

(ح) اَلحِکمَۃُ ضَالَۃُ الْمُوْمِنِ [4]

"دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں وہ پائے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔"

(و) لَاَ یُلدَغُ الْمُوْمِنُ فِیْ جُحْرٍ مَرَّ تَیْنِ [5]

"مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔"

7۔ دوران خطابت چہرے کے تاثرات دینا

ایک بلند پایہ خطیب دوران خطابت الفاظ کے بیان کے ساتھ ساتھ اپنے جسم اور خصوصاً چہرے کے تاثرات کا ضرور اظہار کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی دوران خطابت اپنے چہرہ مبارک سے بیان مضمون کے مطابق تاثرات کا اظہار فرماتے۔ دوران خطابت جب آپ ﷺ جوش میں آتے تو آپ ﷺ کی آنکھیں سُرخ ہو جاتیں، آواز گرج دار اور بلند ہو جاتی۔ ایک بار آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور قوت و جبروت کا ذکر فرمایا تو اس وقت آپ ﷺ کی کیا کیفیت تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت میں منقول ہے کہ آپ ﷺ نے سورۃ الزمر کی آیت 67 منبر پر تلاوت فرمائی اور اس کے بعد فرمایا:

1-بخاری، محمد بن اسماعیل امام، الجامع الصحیح، کتاب الادب، بابإذا لم تستح فا صنع ما شئت54، رقم الحدیث:6120

2-ترمذی، محمد بن عیسی امام، جامع الترمذی، ابواب البرّ والصلۃ، بابب ما جاء فی ان من البیان سحراً، رقم الحدیث2028

3-ایضاً، ابواب الادب، باب ما جاء اَن المستشار مؤتمن، رقم الحدیث: 2823

4-ابن ماجہ، محمد بن یزید امام، السنن، دارالسلام، ریاض، 1999ء، ابواب الزہد، باب الحکمۃ، رقم الحدیث: 4169

5-ایضاً۔ ابواب الفتن، باب العزلۃ، رقم الحدیث:3982

"يَأْخُذُ الجَبَّارُ سَمَاوَاتِه وَارضِه بِيَدِه وَقَبَضَ يَدَهُ، فَجَعَلَ يَقبِضُهَا وَيَبسُطُهَا ثُمَّ يَقُولُ:اَنَا الجَبَّارُ، اَنَا المَلِكُ،اَينَ الجَبَّارُونَ؟اَينَ المُتَكَبِرونَ؟ قَالَ: وَيَتَمَا يَلُ رَسُولُ اللٰـه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَن يَمِينِه وَعَن شِمَالِه حَتّٰى نَظَرتُ اِلَى المِنبَرِ يَتَحَرَّكُ مِن اَسفَلِ شَيءٍ مِنهُ حَتّٰى اِنِّى لَاَقُولُ: اَسَاقِطٌ هُوَ بِرَسُولِ الله صَلَّى اللـٰه عَلَيهِ وَسَلَّمَ ؟" (1)

"اللہ جبار زمین و آسمان کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو آگے پیچھے لے جا کر حرکت دیتے ہوئے کہنے لگے کہ میں جبار ہوں، میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جبر کرنے والے لوگ؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے لوگ؟ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں بائیں جھکتے، اس وقت میں نے منبر کی طرف دیکھا کہ جیسے نیچے کوئی چیز حرکت کر رہی ہے اور میں کہنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے ہی نہ گر جائیں۔"

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے جس میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"كَانَ رَسُوْلُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِحْمَرَّتْ عَينَاهُ، وَعَلَا صَوْتُه، وَاشتَدَتْ غَضبُه حَتّٰى كَاَنَّه مُنْذِرُ جَيْشٍ يَقُوْلُ: صَبَّحَكُم مَسَّاكُم وَيَقُوْلُ: بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةِ كَهَا تَيْنِ" (2)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سُرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہوتی اور جوش زیادہ ہوتا اور یوں لگتا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسے لشکر سے ڈرا رہے ہوں جو صبح و شام میں حملہ کرنے والا ہو۔ اور فرماتے: میں اور قیامت ان انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ چہرے کے تاثرات کے علاوہ دوران خطبہ جہاں ضروری سمجھتے اپنے ہاتھوں سے اشارہ بھی کرتے۔"

مسند احمد کی روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ:

"ایک خطبہ کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

1- ابن ماجہ، السنن، ابواب الزہد، باب ذکر البعث، رقم الحدیث: 4275۔ مسند امام احمد میں یہ روایت یوں ہے: (هٰكَذَا بِيَدِه وَيُحَرِّكُهَا يُقبِلُ بِهَا وَ يُدَبِّرُ يُمَجِّدُ الرَّب نَفسَهُ ، اَنَا الجَبَّارُ، اَنَا المُتَكَبِّرُ اَنَا المَلِكُ ، اَنَا العَزِيزُ ، اَنَا الكَرِيمُ فَرَجَفَ بِرَسُولِ الله صَلَّى الله عَلَيهِ وَسَلَّمَ المِنبَرُ حَتّٰى قُلنَا لِيَخِرُّنَ بِه) احمد بن حنبل امام، المسند، (رقم الحدیث: 5414)، دار صادر، بیروت، (ت۔ن)، جلد 2، صفحہ 72۔

2- مسلم بن الحجاج امام، الجامع الصحيح، دار السلام ، رياض، 1999ء، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوٰة والخطبة، رقم الحديث: 2005ء

"اِنَّ الفِتْنَةَ هٰهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ يَعْنِى المَشْرِقِ"[1]

"فتنہ یہاں سے ہو گا جہاں سے شیطان کا سینگ نکلتا ہے یعنی مشرق سے۔"

اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع کے آخر میں آپ ﷺ نے جب کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کے بارے میں حکم دینے کے بعد اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا:

"فَقَالَ بِا صبعِهِ السَّبَا بَةِ، يَرفَعُهَا اِلَى السَّمآءِ وَيَكتُبُهَا اِلَى النَّاسِ: اَللّٰهُمَّ اشهَد ، اَللّٰهُمَّ اشهَد، ثَلٰث مَرَّاتٍ"[2]

"اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ گواہ رہنا۔ آپ ﷺ نے یہ کلمہ تین بار دہرایا۔"

8۔ مواد خطبہ کو قصیر یا طویل کرنا

خطیب کا یہ کمال بھی ہوتا ہے کہ وہ موضوع کے مطابق اپنے خطبہ کو مختصر کرے یا طویل۔ رسول اللہ ﷺ کے خطبات کو دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ موقع محل اور موضوع کی ضرورت کے مطابق اپنا موادِ خطبہ کم کرتے یا طویل۔

اس ضمن میں معروف ادیب جاحظ نے لکھا ہے:

"خَطَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشرِ كَلِمَاتٍ: حَمِدَ اللهَ وَأثنٰى عَلَيهِ ثُمَّ قَالَ:أَيُّهَا النَّاسُ، اِنَّ لَكُم مَعَالِمَ فَانتَهُوا اِلَى مَعَالِمِكُم، وَاِنَّ لَكُم نِهَايَةً فَا نتَهُوا اِلَى نِهَايَتِكُم، اِنَّ المُؤمَنَ بَينَ مَخَافَتَينِ: بَينَ عَاجِلٍ قَدمَضٰى لَا يَد رِى مَا اللهُ صَانِع بِه، وَبَينَ آجِلٍ قَد بَقِىَ لَا يدرِى مَا الله قَا ضٍ فِيهِ، فَليَأ خُذِ العَبدُ مِن نَفسِه لِنَفسِه، وَ مِن دُنيَاهُ لِآخِرَتِه، وَمِنَ الشَّيبَةِ قَبلَ الكِبرَةِ، وَمِن الحَيَاةِ قَبلَ المَوتِ، فَوَالَّذِى نَفسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِه ، مَا بَعدَ المَوتِ مِن مُستَعتَبٍ، وَلَا بَعدَ الدُّنيَا مِن دَارٍ، اِلَّا الجَنَّةِ أوِالنَّارِ"[3]

"آپ ﷺ نے دس کلمات پر مشتمل خطبہ ارشاد فرمایا؛ آپ ﷺ نے اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! بے شک تمہارے لیے علامات ہیں تم ان علامتوں کی طرف چلو۔ تمہارے لیے انتہائیں ہیں تم اپنی انتہا کی طرف چلو۔ بے شک بندہ مومن دو خوفوں کے درمیان ہے۔ ان میں ایک آجل جلد آنے والی ہے

1- مسند احمد، رقم الحدیث: (6249)، جلد 2، صفحہ 140۔

2- صحيح مسلم ، كتاب الحج ، باب الحجة النبى ﷺ، رقم الحديث: 2950

3- البیان والتبیین، ج 1، ص: 205۔

جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہے۔ ایک اجل ہے جو باقی ہے وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا کیا فیصلہ کرنے والا ہے۔ پس بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی ذات میں سے اپنی ذات کے لیے لے اور دنیا سے آخرت کے لیے حصہ بنائے۔ اپنی جوانی سے بڑھاپے کے لیے اور اپنی زندگی سے اپنی آخرت کے لیے حصہ بنائے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے موت کے بعد رضا طلب کرنے کا کوئی موقع نہیں اور دنیا کے بعد جنت یا دوزخ کے علاوہ کوئی گھر نہیں۔ میں نے یہ بات کہہ دی اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے اور آپ سب کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں۔"

آپ ﷺ کے طویل خطبہ کے بارے حضرت ابوزید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ الفَجرَ وَصَعِدَ المِنبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهرُ، فَنَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ صَعِدَ المِنبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرتِ العَصرَ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى، ثُمَّ صَعِدَ المِنبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمسُ فأخبَرَنَا بِمَا كَانَ هُوَ كَائِنٌ فأعلَمُنَا اَحفَظُنَا" [1]

"ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے، نماز ادا کی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنے خطبہ کو جاری رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اس دوران آپ ﷺ نے جو کچھ پہلے ہوا اور جو آئندہ ہونے والا تھا سب کچھ بتا دیا۔ ہم نے یہ سب کچھ جان لیا اور اُسے یاد بھی کر لیا۔"

گویا یہ خطبہ اتنا طویل تھا کہ اس خطبہ کے دوران آپ ﷺ نے مسلسل تمام نمازیں وقفہ ڈال کر ادا فرمائیں اور نماز سے فارغ ہوتے ہی سلسلہ کلام کو وہیں سے شروع فرماتے جہاں سے آپ چھوڑتے تھے۔ اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع بھی آپ ﷺ کے طویل خطبہ کی ایک مثال ہے۔

9۔ سہل انداز کلام

حضور اکرم ﷺ کے خطبات کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ان خطبات میں آپ ﷺ سہل انداز کلام کو اختیار فرماتے اور کسی شخص کو بھی سمجھنے میں دقت پیش نہ آتی، بلکہ وہ آپ ﷺ کی باتوں کو بآسانی ذہن نشین کر لیتا۔

1 – صحيح مسلم ، كتاب الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض، رقم الحديث: 7267

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں

"مَا كَانَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسرُدُ سَردَكُم هٰذَا وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ يُبَيِّنُهُ، فَصل يَحفَظُهُ مَن جَلَسَ اِلَيهِ"[1]

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو میں لوگوں کی طرح لگاتار اور جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی بلکہ صاف صاف مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا جو پاس بیٹھنے والے اچھی طرح ذہن نشین کر لیتے۔"

اسی طرح صحیحین میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو اپنے کلام کو تین بار دہراتے تاکہ سننے والوں کو اچھی طرح سمجھ آجائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کو جو بھی سنتا، یاد کر سکتا تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کو شمار بھی کیا جا سکتا۔"

10۔ عصری مسائل کا بیان

ایک اعلیٰ خطیب کی ایک خوبی یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے خطبات چند موضوعات پر محیط نہیں رکھتا بلکہ اس کے موضوعات خطبہ میں تنوع ہوتا ہے جس سے اس کی وسعت علمی کا اظہار ہوتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جب خطبات پر نظر کی جاتی ہے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ موضوعات کی جتنی اقسام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات میں ہیں، دنیا کے کسی اور خطیب میں نہیں۔ مزید حسن یہ کہ خطبہ میں موجود احکام پر پہلے خود عمل کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس خطبہ کا ہر جملہ ایک موضوع خطبہ ہے اور پچاس سے زائد موضوعات کا اس خطبہ میں بیان ہے۔ نیز مسائل بھی وہ جن کا تعلق اس عہد اور معاشرے کے مسائل سے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوعات عہد جاہلی کے رسمی اور روایتی موضوعات سے بالکل جدا ہیں۔

11۔ لوگوں کی علمی لیاقت و شعور کے مطابق گفتگو کرنا

خطابت نبوی کا حسن کمال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سامعین کی سمجھ سے بالا کوئی بات نہ فرماتے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تمام انسانوں میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ اس ضمن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مروی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أُمِرْتُ/ أُمِرْنَا أَنْ أُخَاطِبَ/ نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ"[2] "مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق خطاب کروں۔"

---

1 - جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب قول عائشۃ ماکان یتکلم بکلام بنیہ، رقم الحدیث: 3639

2- الدیلمی ابو شجاع شیرویہ بن شہردار، الفردوس بما ثور الخطاب، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2000ء ج 1، ص: 399

آپ ﷺ کی خطابت کا یہ حسن بھی تھا کہ آپ ﷺ نے عام گفتگو کے علاوہ بالخصوص اپنے خطبات میں کبھی غیر مہذب گفتگو، فحش گوئی، بد کلامی اور گالی نہیں دی۔ اس ضمن میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا أَعْطِيَ عَبْد شَيْئاً شَرًا مِنْ طَلَاقَةِ لِسَانِه" [1]

"انسان کو زبان کی تیزی سے بڑھ کر کوئی بُری چیز نہیں دی گئی۔"

12۔ فن خطابت کی اصلاح

رسول اکرم ﷺ نہ صرف دنیا کے ایک عظیم خطیب تھے بلکہ آپ ﷺ نے اپنے دور کے خطبا کی خطابت میں موجود چند معائب کی بھی نشاندہی کرنے کے علاوہ اُن کی اصلاح کی۔ جیسے جاہلی دور کے خطبا کا ایک فن یہ بھی تھا کہ وہ گلا پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرتے اور دوران خطابت باچھیں کھولتے اور اپنے ہونٹوں کو لٹکانے میں بہت مبالغہ سے کام لیتے۔ ان قباحتوں کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّ اللهَ يُبغَضُ البَلِيغَ مِنَ الرِّجَالِ الَّذِی يَتَحَلَّلُ بِلِسَا نِه تَخَلُّلَ البَا قِرَةِ بِلِسَانِهَا" [2]

"بے شک اللہ بہت تر پڑ باتیں کرنے والے لوگوں سے دشمنی رکھتا ہے جو اپنی زبان کو اس طرح پھراتے ہیں جیسے گائے (گھاس کھانے میں) چپڑ چپڑ کرتی ہے۔"

یعنی بے سوچے سمجھے جو جی میں آتا ہے بکے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے اسی مضمون کو اس طرح بیان فرمایا:

"اِنَّ اَحَبَّكُم اِلَیَّ وَاَقرَبَكُم مِنّی فِی الآخِرَةِ مَحَاسِنُكُم اَخلَا قًا وَاِنَّ اَبغَضَكُم اِلَیَّ وَ اَبعَدَكُم مِنّی فِی الآخِرَةِ مَسَاوِيكُم اَخلَاقاً الثَّرثَارُونَالمُتَفَيهقُونَ المُتَشَدَّقُونَ" [3]

"میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور آخرت میں سب سے زیادہ قریب اچھے اخلاق والے لوگ ہوں گے۔ اور مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور آخرت میں سب سے زیادہ دُور وہ لوگ ہیں جو بد اخلاق، بیہودہ گو، پھیلا کر لمبی بات کرنے والے اور اور بہت منہ پھلا کر تکلف کے ساتھ باتیں کرنے والے ہوں گے۔ اسی عیب کے بارے جاحظ نے آپ ﷺ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے:

العجلوانی شیخ اسماعیل بن محمد، کشف الخفاء و مزیل الالباس، مکتبة العلم الحدیث، دمشق، 2001ء، ج 1، ص:226

1-قرطبی، محمد بن احمدامام، تفسیر الجامع لا حکام القرآن، دار احیاء التراث العربی، بیروت،1966ء، ج 12، ص281

2- سنن ابي داؤد، کتاب الادب، باب ما جاء فی التشدق فی الکلام، رقم الحدیث:5005

3- احمد بن حنبل امام، المسند، رقم الحدیث: 17895،17884، ج4، ص: 193

"نَہَی الرَّسُوْلُ ﷺ وَبِقَوْلِہٖ اِیَّایَ وَالتَشَادُقُ"[1]

"رسول اللہ ﷺ نے تشادق یعنی باچھیں کھول کھول کر خطابت سے منع فرمایا ہے۔"

بہر حال جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منصب نبوت کا خاتم بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا اسی طرح دیگر تمام اوصاف میں بھی آپ ﷺ کو خاتم بنایا۔ اور یوں آپ ﷺ خاتم الخطباء بھی قرار پاتے ہیں۔ خطابت نبوی کے کمالات کا بیان علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ (م544ھ) نے بڑے خوبصورت الفاظ میں اس طرح کیا ہے:

وَاَمَّا فَصَاحَۃُ اللِّسَانِ وَبَلَاغَۃُ الْقَوْلِ فَقَد کَانَ صَلَّی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّمَ مِنْ ذٰلِکَ بِالْمَحَلِّ الاَفْضَلِ وَالْمَوْضِعِ الَّذِی لَایُجْھَلُ سَلَاسَۃَ طَبْعٍ وَبَرَاعَۃِ مَنْزَعٍ وَاِیجَازَ مَقْطَعٍ وَ نَصَاعَۃَ لَفظٍ وَجَزَالَۃَ قَوْلٍ وَصِحَّۃَ مَعَانٍ وَقِلَّۃَ تَکَلُّفٍ اُوْتِیَ جَوَامِعَ الکَلِمِ وَخُصَّ بِبَدَائِعِ الحِکَمِ وَعُلِّمَ اَلسِنَۃَ العَرَبِ فَکَانَ یُخَاطِبُ کُلَّ اُمَّۃٍ مِنْھَا بِلِسَانِہَا وَیُحَاوِرُھَا بِلُغَتِنَا وَیُبَارِیہَا فِی مَنْزَعٍ بَلَاغِتِھَا حَتّٰی کَانَ کَثِیْرٌ مِنْ أصحَابِہٖ یَسئلُوْنَہُ فِی غَیْرِ مَوطِنٍ عَنْ شَرْحِ کَلَامِہٖ وَتَفسِیرِقَوْلِہٖ مَنْ تَأَمَّلَ حَدِیْثَہُ وَسِیرَہُ عَلِمَ ذٰلِکَ وَتَحَقَّقَہُ وَلَیسَ کَلَامِہٖ مَعَ قُرَیْشٍ وَالاَنْصَارِ وَأھلِ الحِجَازِ وَنَجْدٍ کَکَلَامِہٖ مَعَ ذِی المِشَارِ الھَمدَانِی وَ طِھْفَۃَ النُّھدِیِّ وَقَطَنِ بنْ حَارِثَۃَ العُلَیْمِی وَالاَشعَثِ بنِ قَیسٍ وَوَائلِ بْنِ حُجرٍ الْکِنْدِیِّ وَ غَیْرِھِم مِنْ اِقبَالِ حَضرَ مَوتَ وَمُلُوْکِ الیَمَنِ[2]

"نبی کریم ﷺ فصاحت وزبان اور بلاغت کلام میں ایسے بلند اور ارفع مقام پر فائز تھے جہاں سلاست طبع، فصاحت کاملہ، ایجاز، موزوں الفاظ کا انتخاب، جزالت کلام، قلت تکلف اور صحت معانی کی ہر خوبی موجود تھی۔ پھر آپ ﷺ کو جوامع الکلم بھی عطا کیے گئے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عرب کی تمام زبانیں سکھادیں تھیں اور آپ ﷺ ہر قوم کے محاورے اور روز مرہ کا استعمال فرماتے۔ حتی کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کلام کی شرح دریافت کرنا پڑتی اور آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کی توضیح و تشریح کے خواستگار ہوتے۔ منقول ہے کہ آپ

1- البیان والتبیین، ج 4، ص: 19

مجد الدین ابن الاثیر، النھایۃ فی غریب الحدیث بذیل لفظ تشدق، مؤسسۃ اسماعیلیان، قم، ایران، 1394ء، ج2، ص: 453۔

2- عیاض قاضی، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، ج1، باب2، فصل5، ص:44۔

ﷺ کا کلام اس وقت مختلف نوعیت کا ہوتا جب آپ ﷺ ذی المشتعار ہمدانی، طہفۃ النہدہ، قطن بن حارثہ، اشعث بن قیس اور وائل بن حجر الکندی کے ساتھ گفتگو فرماتے، جو حضر موت اور یمن کے رؤسا میں سے تھے۔"

خطابت نبوی ﷺ کے بارے میں علامہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1921ء) کا یہ شعر بہت خوبصورت اور جامع ہے:

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں[1]

خطابت نبوی کے ان محاسن کی وجوہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے چار عناصر ترکیبی کی نشاندہی فرمائی جن میں دو وہبی اور دو اکتسابی ہیں۔ 'وہبی' سے مراد آپ ﷺ کی فطری جامعیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم قرآن ہے اور اکتسابی سے مراد آپ کا تعلق قبیلہ قریش[2] سے ہونا اور بنو سعد اور دیگر قبائل میں تربیت پانا ہے۔

عصر حاضر کی خطابت سننے اور اس کے مشاہدہ سے یہ واضح ہوتا کہ آج کے بیشتر خطباء میں بہت سی خامیاں موجود ہیں جن میں کم علمی، بدزبانی، گالی گلوچ، شادق یعنی باچھیں کھول کھول کر تقریر کرنا اور محدود موضوعات اہم ہیں۔ بایں وجہ آج ہمارے معاشرے میں خطیب کو وہ مقام نہیں مل سکا جو عرب معاشرے میں خطیب کو حاصل تھا۔ مزید برآں ان کی دعوت و تبلیغ کا اسلام میں وہ اثر بھی نہیں جو ہونا چاہیے۔

1-احمد رضا خاں بریلوی علامہ، حدائق بخشش، فرید بک سٹال، لاہور، (ت۔ن)، ج1، ص:38۔

2-ابن کثیر حافظ عماد الدین، البدایہ والنہایہ، المکتبۃ القدوسیہ، لاہور، 1984ء، ج2، ص:202۔

علامہ ابن کثیر کی روایت کے مطابق حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے قریش کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان کی کہ قریش ایک سمندری جانور کا نام ہے جو اپنی طاقت اور قوت کے باعث دوسرے تمام جانوروں پر غالب رہتا ہے، ہر جانور پر اسے مکمل اختیار ہوتا ہے جسے چاہتا ہے فنا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کھا جاتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنا دل بہلانے کے لیے چھوڑ دیتا ہے، سب پر حاکم اور غالب ہوتا ہے لیکن اس پر نہ تو کوئی حاکم ہو سکتا ہے اور نہ کوئی غالب۔ اسی طرح قریش عرب کا وہ خاندان ہے جس کی شجاعت و بہادری، جوانمردی، لسانی برتری اور عزت و احترام کی خاطر اس کا نام "قریش" رکھا گیا، اس ضمن میں شمرخ بن عمرو حمیری کا یہ شعر بھی پیش کیا جاتا ہے:

وَقُرَیش هِیَ الَّتِی تَسکُنُ البَحرَ　　بِهَا سُمِّیَت قُرَیشُ قُرَیشَاء
تأكُلُ الغَثَّ وَالسَّمَنَ وَلا　　تَترُكنَ جَنَا حَینِ رِیشَاءَ
هٰكَذَا فِی البِلَادِ حَتّٰی قُرَیشُ　　یَكلُّونَ البِلَا دَ اَكَلاً كَمِیشَا